Date

اہم گزارش :-

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میری جنبشِ قلم میں لغزش کا امکان ہے۔ لہذا کسی طرح کی بھی لغزش پر تنقید برائے تنقیص سے صرف نظر کرتے ہوئے بغرض صحیح اسکی نشاندہی فرمائیں۔ تاکہ اسے دور کیا جا سکے۔

العارض :- ابو المتبسم ایاز احمد عطاری

درجہ :- سادسہ

کاپی :- مطول شریف

Scanned by CamScanner

Date 15-5-2019

س: علم المعانی کو علم البیان پر مقدم کرنے کی وجہ تحریر کریں؟

ج: علم المعانی "بمنزلہ مفرد" ہے۔ اور علم البیان "بمنزلہ مرکب" ہے اور مفرد، مرکب پر طبعاً مقدم ہوتا ہے۔ جو بمنزلہ مفرد ہے تو وہ بھی "بمنزلہ مرکب" پر مقدم ہوگا۔ تاکہ طبع و وضع موافق ہو جائیں:-

س: معانی مفرد کیسے ہے اور بیان مرکب کیسے ہے؟

ج: المعانی:-

علم المعانی میں صرف مقتضی حال کے مطابقت کی رعایت کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے مفرد ہے۔

البیان:-

علم البیان میں "2" چیزیں ہوتی ہیں:-

1- ایک معنی کو مختلف ترکیبوں کے ساتھ لانا۔

2- مطابقت مقتضی حال کی رعایت بھی ہو۔

تو اس اعتبار سے علم البیان "مرکب" ہے:-

س: علم المعانی کو بمنزلہ مفرد کہا "عین مفرد" کیوں نہیں کہا اور علم البیان کو بمنزلہ مرکب کہا "عین مرکب" کیوں نہیں کہا؟

ج: علم البیان بمنزلہ مرکب اسلئے ہے کہ علم البیان میں ایک لفظ کو مختلف تراکیب سے ایراد کرنا اور مقتضی الحال کی رعایت کے بعد ان دو مفھوم کا اعتبار کرتے ہوئے علم البیان کو بمنزلہ مرکب کہا عین مرکب نہ کہا۔

اور علم المعانی میں صرف مقتضی الحال کی رعایت ہوتی ہے۔ تو اس مفھوم کا اعتبار کرتے ہوئے علم المعانی کو مفرد کے مرتبے میں اتارا:-

عین مفرد اس وجہ سے نہیں ہے کہ مفرد مرکب کے مفھوم کا جزء ہوتا ہے۔ اور علم المعانی کا مفھوم علم البیان کے مفھوم کا جزء نہیں بن رہا:-

س: ماتن کو چاہیے تھا کہ علم المعانی کے مسائل بیان کرتے لیکن ماتن اسکے ابواب اور تعریف کرنے میں مشغول ہو گئے جو کہ لایعنی ہے؟

ج: پہلا جواب:-

تعریف اور ضبطِ ابواب سے ابتداء کرنا یہ لایعنی بحث

Scanned by CamScanner

نہیں ہے بلکہ اس میں طالب کیلئے زیادہ بصیرۃ ہے۔ وہ اسطرح کہ تعریف سے پہلے اس طالب علم کو کچھ نہ کچھ علم ہوگا۔ جب تعریف بیان کردی تو اس کی معلومات کچھ اور اضافہ ہوگا:۔

دوسرا جواب:۔

ہر علم کے کثیر مسائل ہوتے ہیں جنکا احاطہ ایک جہت نے کیا ہوتا ہے۔ اور وہ جہت تعریف ہوتی ہے۔ اسی جہت تعریف کے اعتبار سے ان مسائل کو ایک علم کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر جہت واحد متعین نہ ہو تو طلب مجہول لازم آئے گا۔ اور طالب علم کا وقت لا یعنی کام میں ضائع ہوگا۔

س علم کے معانی کی تحقیق قلم بند فرمائیے؟

ج علم کے "3" معانی ہیں! جو کہ درج ہیں۔

1۔ ملکہ 2- مسائل 3- تصدیق بالمسائل:۔

تعریف الملکہ:۔

جسکے ذریعے انسان جزئیات کے ادراکات پر قادر ہوتا ہے۔

دلیل:۔

علم معانی کے واضع نے چند اصول تراکیب بلغاء سے مستنبط کرکے وضع کردیئے تو ان اصول کے بار بار ادراک اور ممارست اور استعمال کی وجہ سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ جسکی وجہ سے انسان اس پر قادر ہو جاتا ہے۔ کہ جس وقت چاہے ان اصول کا استحضار کرسکتا ہے تو یہی قوت علم ہوتا ہے اور یہی ملکہ ہے۔

دلیل قولی:۔

محققین کہتے ہیں کہ علم اور حیات دونوں ایک جیسے ہیں۔ اور وجہ مشابہت علم اور حیات دونوں ادراک کے اسباب ہیں۔ یعنی علم و حیات کی وجہ سے ادراک آتا ہے۔

ہذا علم کا معنی نہ تو

Date 25-5-2019

ادراک ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ پھر مطلب یہ بنے گا کہ ادراک کا سبب ادراک ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ تو غلط ہے۔ اور نہ مسائل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مسائل بھی ادراک کے سبب نہیں ہوتے تو پھر ملکہ ہی مراد ہوگا۔ کہ انسان میں ایک قوت ہوتی ہے۔ جسکے ذریعے انسان ادراک کرتا ہے۔

تیسری دلیل :-

جب تو "فلان یعلم النحو" کہے۔ یہاں علم کا معنی مسائل نہیں ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ فلاں کے سامنے نحو کے جمیع مسائل حاضر ہیں جو کہ ممکن نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں کے ذہن میں ایک "حالت بسیط اجمالیہ" ہے جسکے ذریعے وہ انسان نحو کے مسائل کا استحضار کرتا ہے۔ وہ ہے "ملکہ" :-

علم کا دوسرا معنی :-

کثیر طور پر علم سے مراد "اصول اور قواعد" بھی ہوتے ہیں۔ مگر اسکے باوجود علم کا استعمال "ملکہ" کے معنی میں اکثر ہے۔

س علم اور معرفت کے مابین فرق تحریر کریں؟

ج علم اور معرفت کے مابین "تین" اعتبار سے فرق ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :-

پہلا فرق :-

علم کا لفظ ادراک کلی کیلئے ہوتا ہے جبکہ معرفت کا لفظ ادراک جزئی کیلئے ہوتا ہے۔

دوسرا فرق :-

علم کا لفظ ادراک مرکب کیلئے آتا ہے جبکہ معرفت کا لفظ ادراک بسیط کیلئے آتا ہے۔

تیسرا فرق :-

معرفت کا لفظ مسبوق بالعدم کے ادراک کیلئے

Scanned by CamScanner

یا کسی چیز کے دو ادراکوں میں سے آخری ادراک کو معرفت کہتے ہیں۔ یعنی:۔ اوّلاً وہ چیز حاصل کی پھر وہ ذھول ہوگئی اور پھر حاصل کی۔ تو اب جو دوسری مرتبہ حاصل ہوئی ہے تو اسکو معرفت کہتے ہیں۔
جبکہ علم ان دونوں قیدوں سے خالی ہوتا ہے۔
اسی وجہ سے:۔
"اللہ تعالیٰ عالم" کہتے ہیں۔
"اللہ تعالیٰ عارف" نہیں کہتے:۔

دوسرے فرق کی بناء پر:۔
"معرفت اللہ" کہتے ہیں۔
"علمت اللہ" نہیں کہتے:۔
وجہ:۔
اسلئے کہ اللہ تعالیٰ جزئی حقیقی بسیط ہے۔ کلی اور مرکب نہیں ہے۔

س ماتن نے "یعرف" کہا "یعلم" کیوں نہیں کہا؟
ج علم معانی میں لفظ عربی کے احوال یعنی:۔ جزئیات سے بحث ہوتی ہے۔ اور لفظ معرفت کا استعمال جزئیات کے لیے ہی ہوتا ہے۔ تو اسی مناسبت کے پیش نظر لفظ معرفت کا انتخاب کیا۔
جیساکہ:۔
شارح نے بھی "ادراکات جزئیہ" کہہ کر بتایا کہ احوال سے مراد جزئیات ہیں۔ اور جزئیات کے ادراکات کیلئے لفظ معرفت کا استعمال ہوتا ہے۔ نہ کہ لفظ علم کا:۔

س القاعدہ:۔ جمع جب مضاف ہو تو وہ معرف باللام کے حکم میں ہوتی ہے۔ اور اس الف لام میں چار احتمالات ہوتے ہیں۔
1- جنس 2- استغراق 3- عہد ذھنی 4- عہد خارجی
"احوال اللفظ" میں الف لام کونسا مراد ہے؟

Scanned by CamScanner

Date 25-5-2019

ج جنس بالقوۃ کی قید سے یہ تمام صورتیں خارج ہو جائیں گی۔
کیونکہ یہ بالفعل کی صورتیں ہیں۔
اگر "۴ ، ۱" احتمالات میں سے
کسی احتمال کو اختیار کر لیا تو معنی درست نہ ہوگا۔
جنس کی صورت میں خرابی :-
جنس مراد لینے کی صورت میں یہ بات
لازم آئے گی کہ علم المعانی کی کسی ایک حالت کو جاننے والے
کو "عالم علم المعانی" کہا جائے ؛۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔
استغراق کی صورت میں خرابی :۔
استغراق مراد لینے کی صورت میں
یہ بات لازم آئے گی کہ تمام افراد کا وجود ضروری ہو۔ حالانکہ
لفظ عربی کے تمام احوال جب واضح ہی نہیں ہوئے تو ان
احوال کا عالم کبھی کوئی شخص ہو ہی نہ سکے گا۔

معہود ذہنی کی صورت میں خرابی :-
معہود ذہنی میں معہود متعین
نہیں ہوتا مجہول ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں احوال سے
مراد مجہول احوال ہو گئے۔ اور مجہول سے تعریف کرنا درست
نہیں ہوتی۔

عہد خارجی کی صورت میں خرابی :-
عہد خارجی میں معہود متعین ہوتا
ہے۔ اور اس صورت میں احوال سے مراد متعین احوال ہونگے
جنکا علم، علم المعانی میں حاصل ہوگا۔ مگر ماتن نے یہ بات
واضح نہ کی کہ کس احوال کے عالم کو علم المعانی کا عالم
کہیں گے۔ تو یہ تعریف مجہول ہوئی :-

بلکہ یہاں پر اضافت استغراق کی ہے۔

س احوال سے کل احوال مراد ہیں یا بعض اگر کل مراد ہے تو
معنی یہ ہوگا کہ "علم معانی کے ساتھ لفظ عربی کے جمیع احوال
کا علم آتا ہے حالانکہ یہ تو غلط ہے کہ جمیع احوال غیر متناھی
ہے؟

Scanned by CamScanner

Date 15-5-2019

(ط)

اور بعض اسلئے مراد نہیں ہے سکتے کہ جو شخص لفظ عربی کے ایک حال کو جان لے اسکو علم المعانی کا عالم نہیں کہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؟

پھر احوال سے کیا مراد ہے؟

ج یہاں احوال کی "بالقوۃ" معرفت مراد ہے۔ نہ کہ بالفعل۔ مطلب یہ ہوا کہ ان احوال سے جو بھی کوئی جزئی اس علم معانی کے عالم پر پیش کی جائے گی تو علم المعانی کی وجہ سے ایسے ایسی قوت حاصل ہوگی جس کی وجہ سے وہ اس جزئی کو معلوم کرے گا۔

اس طرح غیر متناھی احوال حاصل ہو سکتے ہیں۔

س "التی بھا یطابق مقتضی الحال" اس قید کا فائدہ ذکر کریں؟

ج اس قید سے وہ علوم خارج ہو جائے گے۔ جن کے ذریعے لفظ مقتضی الحال کے مطابق نہیں ہوتا:۔

جیسے:۔ اعلام، ادغام، رفع، نصب وغیرہ

انکو صرف معنی اصلی میں دخل ہوتا ہے۔

اسی طرح علم بدیع بھی خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ احوال مقتضی الحال کی مطابقت کے بعد ہوتے ہیں۔

ان احوال کی وجہ سے لفظ مقتضی حال کے مطابق نہیں ہوتا۔

اس قید کا پہلا فائدہ:۔

اگر حیثیت کی قید کا اعتبار نہ کریں تو وہ تعریف مانع نہ رہے گی اور حیثیت کے بغیر تعریف کا درست نہ ہونا لازم آئے گا۔

اس طرح تعریف مانع نہ ہوگی

کہ اگر حیثیت کی قید ملحوظ نہ ہو تو علم المعانی میں عربی لفظ کے احوال کی معرفت بطور تصور ہی کافی ہوگی کہ فقط آپکو تعریف و تنکیر کے معنی کا تصور ہو۔ تو آپکو بھی علم المعانی کے عالم کہلاؤ گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

دوسرا فائدہ:۔

علم بیان کی تعریف اس قید سے خارج ہو گئی۔

Scanned by CamScanner

اسلیئے کہ علم البیان میں بحث فقط حقیقت اور مجاز ہونے کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ کہ حال فلاں سے تقاضا کیا تھا کہ لفظ کو حقیقت بیان کریں یا مجاز :-

س: علم معانی کی تعریف یہ بیان کی وہ علم جسکے ذریعے لفظ عربی کے احوال کو جانا جائے جن کے سبب سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔

احوال سے مراد "تقدیم تاخیر" اور یہی مقتضی الحال ہیں۔ جیسا کہ مفتاح کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے؟ لہذا "مطابق و مطابق" ایک ہو گئے؟

ج: جہاں تاکید مقتضی الحال کہا گیا ہے۔ وہاں تسامح ہے۔ یعنی مجازاً ایسا کہا گیا ہے کیونکہ ان احوال کے ہی ذریعے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہو رہا تھا۔ تو مجازاً اس لفظ کے حال کو مقتضی الحال کہہ دیا گیا۔ ورنہ درحقیقت مقتضی الحال تاکید نہیں بلکہ کلام مؤکد کو کہا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ذکر کو مقتضی الحال نہیں کہتے بلکہ وہ کلام جس میں مسند الیہ ذکر کیا جائے اسے مقتضی الحال کہا جاتا ہے۔

نکتہ:-

بلاغت فی الکلام کی تعریف میں جو کلام ہے وہ کلام جزئی ہے جو متکلم نے بولی ہوگی۔ جو مقتضی میں کلام ہے وہ کلام کلی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ "کلام جزئی کلام کلی کے مطابق ہو۔"

س: مطابقت کا معنی کیا ہوگا؟

ج: متکلم کلام کی جزئیات میں سے کسی جزئی کو وارد کرے۔ جس کلی پر جزئی صادق آرہی ہو۔

مثلاً:- انّ زیداً قائمٌ :- یہ کلام کلی مؤکد بھی ہے۔ اور کلام مؤکد بھی ہے۔

س: طرفین کے مابین جو اسناد پائی جاتی ہے یہ بھی تو لفظ کے احوال میں سے ہے؟ یا نہیں ہے؟

ج: طرفین کے مابین پائی جانے والی اسناد کا تعلق لفظ عربی

Scanned by CamScanner

کے احوال سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اسناد کے بعد وہ جملہ مؤکد ہوگا یا غیر مؤکد ہوگا۔ اور مؤکد ہوگا یا نہ ہوگا یہ بھی تو لفظِ عربی کے احوال میں سے ایک حالت ہے۔

س کیا علم المعانی کا تعلق فقط لفظِ عربی کے احوال سے ہوتا ہے؟

ج ماتن کا لفظِ عربی کے احوال کا ذکر کرنا تخصیص کیلئے نہیں ہے کہ علم معانی کا تعلق فقط عربی سے ہی ہو بلکہ یہ ذکر کرنا بطورِ اصطلاح کے ہے۔ کیونکہ فن بلاغت کا مقصود اظہار اعجاز قرآن ہے۔ اور قرآن پاک عربی میں نازل شدہ ہے۔ تو لفظِ عربی کے ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے۔

س ماتن نے مفتاح العلوم کی علم معانی کی تعریف سے عدول کیوں کیا؟

ج "2" وجوہات کی بناء پر عدول کیا:-

پہلی وجہ:-
صاحب مفتاح کی تعریف لفظ "تتبع" ہے۔ جبکہ "تتبع" فعل میں سے ہے۔ اور علم "مقولۃ الکیف" میں سے ہے۔ تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ایک شیء کی تعریف اسی علوم سے ہو۔

دوسری وجہ:-
صاحب مفتاح کی تعریف میں "تراکیب" ذکر ہے۔ اور صاحب مفتاح نے بذات خود یہ بھی ذکر کر دیا کہ تراکیب سے میری مراد "تراکیب البلغاء" ہے تو اس صورت میں علم المعانی کی تعریف "تراکیب البلغاء" پر موقوف ہوگی۔ تو پھر "بلغاء" کی معرفت بلاغت پر موقوف ہوگی۔ تو اس طرح "دور" لازم آئے گا۔

Scanned by CamScanner

Date 20.5.2019

پہلی وجہ کا جواب :-

صاحب مفتاح نے تعریف میں لفظ "تتبع" کا استعمال "مجازاً" کیا ہے۔ ملزوم "تتبع" بول کر لازم "معرفت" مراد لیا ہے۔

اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ وہ معرفت جو بلغاء کی تراکیب سے حاصل ہوئی ہے۔ تاکہ وہ بلیغ جو "بحسب السلیقہ" بلیغ ہے۔ وہ اس سے خارج ہو جائے۔

نوٹ :-

یہ وہم نہ ہو کہ تعریفات میں مجاز کا استعمال تو درست نہیں حالانکہ صاحب مفتاح نے مجاز کا استعمال کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ تعریفات میں مجاز کا استعمال کرنا "حکماء" کے نزدیک نہیں ہے۔ جبکہ "بلغاء" کے نزدیک تو "مستحسن" ہے۔ حتیٰ کہ بلغاء کی تعریفات تو مجاز سے مشحون ہیں۔

دوسری وجہ کا جواب :-

تعریف میں تراکیب سے مراد تراکیب بلغاء ہے۔ مگر دور لازم نہیں آرہا۔ اس طرح کہ "بلغاء" کی "2" اقسام ہیں۔

1- بلغاء اصطلاحی 2- بلغاء عرفی

بلغاء عرفی :-

وہ بلغاء جو "بحسب السلیقہ" بلیغ ہوں نہ کہ علم بلاغت کی مدد سے بلیغ ہوں۔

بلغاء اصطلاحی :-

وہ بلغاء جو علم بلاغت کی مدد سے بلیغ ہوں۔

نتیجہ :-

جب ہم تراکیب سے مراد "تراکیب بلغاء" لیے گئے تو ان بلغاء سے مراد "بلغاء عرفی" ہونگے۔ نہ کہ اصطلاحی اور بلیغ عرفی کا سمجھنا علم بلاغت پر موقوف نہیں ہوتا

Scanned by CamScanner

تو علم بلاغت کا سمجھنا تو بلیغ پر موقوف ہے۔ مگر بلیغ کا سمجھنا بلاغت پر موقوف نہیں ہے۔
جیسے:۔ امراء القیس:۔ یہ بلیغ عرفی تھا نہ کہ بلیغ اصطلاحی کیونکہ یہ اس وقت ہی بلیغ تھا جب علم بلاغت کا تصور ہی نہ تھا۔ لہذا اب دور لازم نہیں آرہا:۔

شارح کی طرف سے جواب:۔
صاحب مفتاح نے جو تعریف بیان کی ہے "بتوفیۃ خواص التراکیب حقھا" اس تراکیب سے مراد "تراکیب متکلم" ہے:۔ نہ کہ "تراکیب بلغاء" کیونکہ اگر عبارت تعریف پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تراکیب سے مراد "تراکیب متکلم" ہے۔ اس لیے کہ متکلم بلیغ اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ معانی کی ادائیگی میں اس حد تک پہنچ جائے کہ جس حد کو خاص ترکیبوں کو ان کا حق ادا کرنے میں خصوصیت حاصل ہو۔ تو یہ بات سمجھ آئی کہ کلام متکلم وارد کرتا ہے اور اس کلام کی ترکیب بھی وہ ہی ترتیب دے گا جب وہ اپنی ترکیب کو صحیح جگہوں پر وارد کرے گا۔
مثال:۔ جب مخاطب منکر ہے تو "ان زیدا قائم" کہے۔ جبھی وہ بلیغ کہلائے گا۔ نہ کہ بلغاء کی ترکیب کو صحیح جگہوں پر وارد کرنے کی وجہ سے بلیغ کہلائے گا۔ کیونکہ بلغاء کی تراکیب کا ورود ویسے ہی صحیح مقامات میں ہوتا ہے۔ پھر ان کے صحیح مقامات میں وارد ہونے کے باوجود ان کے صحیح مقام میں وارد کرنے کا کوئی مطلب نہ ہوگا۔
لہذا مذکورہ تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ تراکیب سے مراد تراکیب متکلم مراد ہے نہ کہ تراکیب بلغاء ہے:۔

س علم المعانی کی تینوں تعریفیں بیان کریں؟
ج عند العلامہ عبد الرحمن:۔
علم یعرف بہ احوال اللفظ العربی

التی بها یطابق مقتضی الحال :-

عند السکاکی :-

تتبع خواص تراکیب الکلام فی الافادۃ
وما یتصل بها من الاستحسان وغیرہ لیتحرز بالوقوف علیها
عن الخطأ فی تطبیق الکلام علی ما یقتضی الحال ذکر :-

ترجمہ :-
ترکیب کلام اور اس سے متصل اشیاء کے بارے میں
جاننا۔ تاکہ کلام کو مقتضی الحال کے مطابق کرنا آ جائے :-

عند التفتازانی :-
علم یعرف بہ کیفیۃ تطبیق الکلام العربی
لمقتضی الحال :-

نکتہ :-
علامہ تفتازانی نے اپنی تعریف کو اوضح اس
بناء پر قرار دیا ہے کہ
عبدالرحمن علیہ الرحمہ والی تعریف میں
"حیثیت" کی قید کو مقدر مان رہے تھے۔ اور مقدر ماننا
خلاف اولیٰ ہے۔ اور
علامہ سکاکی صاحب والی تعریف
پر دو اعتراضات وارد ہو رہے تھے۔
اور علامہ تفتازانی
علیہ الرحمہ والی تعریف مذکورہ 2 خرابیوں سے پاک ہے۔
اس بناء پر اوضح قرار دیا :-

س علم المعانی کے آٹھ ابواب کی وجہ حصر بیان کریں؟
نیز "انحصار الکل فی اجزائہ" مراد ہے یا "انحصار الکلی فی جزئیاتہ"
مراد ہے؟

ج "انحصار الکل فی اجزائہ" مراد ہے نہ کہ "انحصار الکلی فی جزئیاتہ"
کیونکہ علم معانی کا مقصد "آٹھ" ابواب پر منحصر ہے۔ اور ان
کے مجموعہ کو علم معانی کا نام دیا جاتا ہے نہ کہ ہر ہر باب
کو علیحدہ علیحدہ معانی کہا جاتا ہے۔ جیسے کل کا اطلاق اپنے

Date 20.5.2019

ہر ہر فرد مرکب ہوتا ہے۔ مگر ہر فرد کو مکمل کلام نہیں دیا جاتا:-

وجہ حصر:-

- کلام
  - نسبت
    - کلام کی نسبت کا کوئی خارج ہوگا
      - وہ نسبت خارج کے مطابق ہوگی یا نہیں
        - خبر
          - اب خبر کیلئے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے
            - مسند الیہ ← دوسرا باب ← احوال مسند الیہ
            - مسند ← تیسرا باب ← احوال مسند ← پھر مسند کے متعلقات ہونگے ← باب رابع
            - اسناد ← پہلا باب ← احوال اسناد خبری ← اسناد اور اسکے متعلقات میں سے ہر ایک قصر کیساتھ ہوگا یا بغیر قصر کیساتھ ہوگا ← باب خامس
    - کلام کی نسبت کا کوئی خارج نہ ہوگا
      - انشاء
        - چھٹا باب
  - جملہ
    - ایک جملہ دوسرے کلام سے ملا ہوگا عطف یا بغیر عطف کیساتھ ← باب سابع
    - کلام بلیغ اصل مراد پر زائد ہوگا یا نہیں ← باب ثامن

ماتن کی وجہ حصر میں خرابی:-

وجہ حصر نفی و اثبات میں تردید کے ساتھ بیان کی ہے۔ حالانکہ وجہ حصر اثبات اور نفی کے مابین تردید کے ساتھ بیان نہیں ہوتی۔ اور یہ حصر جعلی کہلائے گی۔ جو کہ درست نہیں ہے:-

اقرب وجہ حصر:-

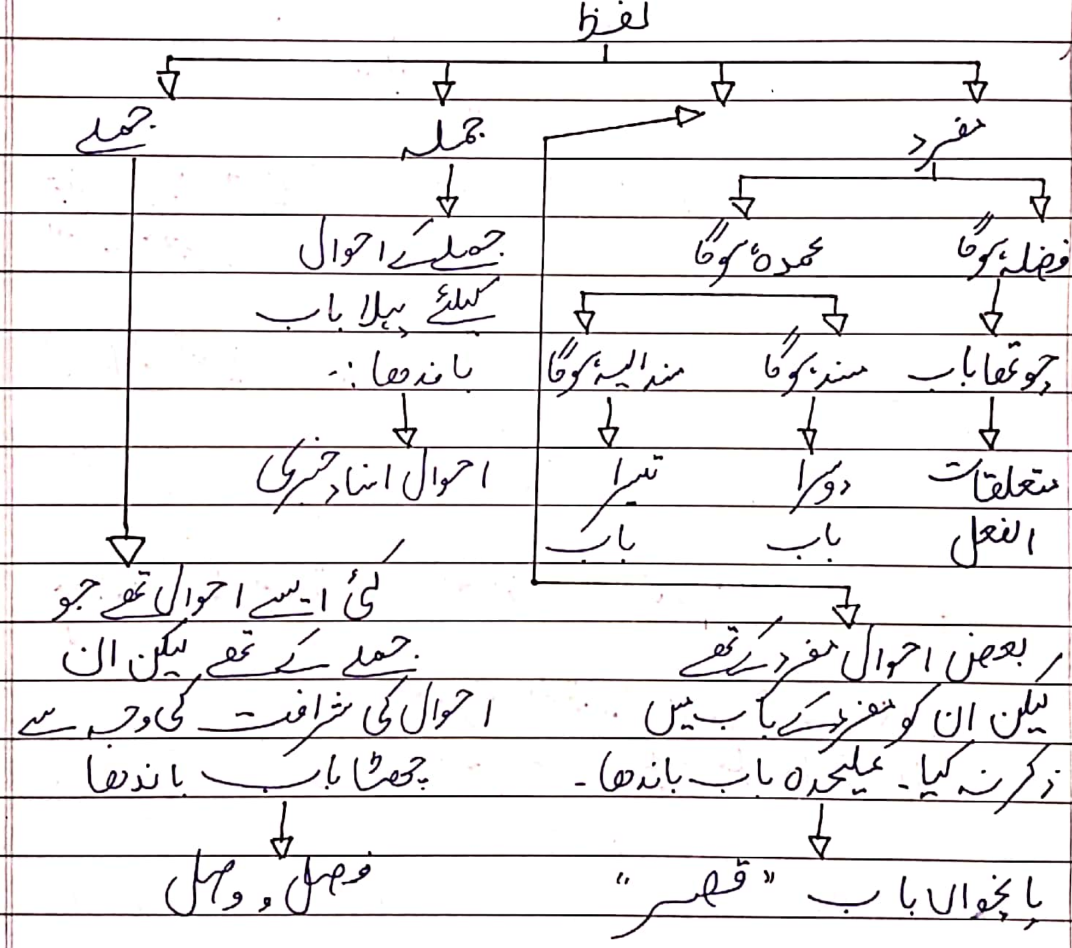

وہ احوال جو مفرد و جملے کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ یعنی وہ احوال مفرد و جملے دونوں کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

ان کیلئے علیحدہ سے ساتواں باب "ایجاز، اطناب، مساوات" کا باندھا:-

پھر علیحدہ سے "انشاء" کیلئے "آٹھواں باب" باندھا۔

س نسبت تامہ کی تفسیر "وقوع، لا وقوع، ایقاع، انتزاع" کے ساتھ کرنا درست نہیں ہے؟ اسلئے کہ یہ تفسیر تو انشاء میں نہیں پائی جاتی، فقط خبر میں پائی جاتی ہے؟

ج بلکہ نسبت سے مراد کلام کی دو جزئیوں میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے :-
اسطرح کہ اس نسبت پر سکوت درست ہو۔

"تنبیہ"

س تنبیہ کی تعریف بیان کریں؟

ج لغوی معنیٰ :-
جگانا ہے۔

اصطلاحی تعریف :-
ماقبل میں اجمالی کلام ہو اور لاحق کلام ماقبل والے کلام کی تفصیل بیان کرے :-

س مصنف کی صدق والی تعریف پر "دورِ لازم" آرہا ہے کیسے؟

خبر کی تعریف "الکلام المتحمل للصدق والکذب"
اور صدق کی تعریف "الخبر عن الشئ علی ما ھو بہ"
لہٰذا "خبر" کو سمجھنا "صدق" پر موقوف اور "صدق" کو سمجھنا "خبر" پر موقوف، یہی دور کہلاتا ہے؛

ج پہلا جواب :-
دورِ لازم آنے کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ دونوں تعریفوں میں "خبر" ایک معنیٰ پر ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔
کلام میں جو خبر ہے وہ "مخبر بہ" کے حکم میں ہے۔ اور جو صدق کی تعریف میں خبر ہے وہ "اخبار" کے معنیٰ میں ہے۔ وجہ :-
اسلئے کہ صدق کی تعریف میں خبر "عن" کے ساتھ متعدی ہے۔ جہاں "عن" کے ساتھ ہو وہاں "اخبار" کے معنیٰ میں ہوگا :-

Scanned by CamScanner

دوسرا جواب :-
"صدق و کذب" یہ تو متکلم کی صفت ہے۔
جبکہ خبر کی مذکورہ تعریف میں "خبر" تو کلام کی صفت
ہے۔ اور "دور" لازم آنے کیلئے "اتحاد" ضروری ہے۔ یہاں
تو "اتحاد" نہیں ہے۔ لہذا کوئی "دور" لازم نہیں آئے گا۔

س صدق و کذب کی تعریف بیان کریں؟ نیز "صدق و کذب"
کی تعریف میں اختلاف بھی تحریر کریں؟
ج "صدق و کذب" کی تعریف میں "تین" مذاہب ہیں :-
۱- جمھور :- ۲- نظام معتزلی ۳- جاحظ :-
عند الجمھور صدق کی تعریف :-
نسبت خبر واقع کے مطابق ہو۔
تعریف الکذب عند الجمھور :-
نسبت خبر واقع کے مطابق نہ ہو۔

تعریف الصدق عند النظام :-
خبر کا واقع کے مطابق ہونا۔ اور مخبر
کے اعتقاد کے مطابق ہو۔ اگرچہ خبر غلط ہو۔
مثال :- السماء تحتنا :- اعتقاد ہے۔

تعریف الکذب عند النظام :-
خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے
مطابق نہ ہو۔
مثال :- السماء فوقنا :- اگر اعتقاد نہیں ہے۔

س :-
مخبر کے اعتقاد سے کیا مراد ہے؟
اگر اعتقاد سے مراد "وہ اعتقاد جو تشکیک کے قابل ہو"
"اخبار یقینیہ" کا "خروج ہو جائے گا" اس لیے کہ اخبار
یقینیہ "تشکیک" کے قابل نہیں ہیں۔ اور مذکورہ تعریف
سے "اخبار مظنونہ" کا بھی خروج ہوگا اسلئے کہ "اخبار مظنونہ"
میں "جزم" نہیں ہوتا ہے؟
تو اعتقاد سے کیا مراد ہے :-

جواب :-

اعتقاد سے مراد "حکم ذہنی ہے" خواہ جازم ہو یا راجح ہو۔

جب جازم کہا تو "اخبار یقینیہ" داخل ہو گئے۔ جب راجح کہا تو "اخبار مظنونہ" داخل ہو گئے۔ کیونکہ ظن جانب راجح کو کہتے ہیں اعتقاد نہیں ہوتا:-

اخبار موھومہ :-

یہ کذب ہیں۔ کیونکہ "وھم" کہتے ہیں کہ "ظن میں راجح جانب کے مقابلے میں" جو جانب مرجوح ہوتا ہے۔ تو مرجوح وہاں ہو گی جہاں راجح ہو تو راجح کا تو متکلم کو اعتقاد ہوتا ہے تو یہ مرجوح اسکے اعتقاد کے مطابق نہیں اسلئے کہ اخبار موھومہ والی خبریں "کذب" میں داخل ہیں۔

س :-

نظام تو "صدق و کذب" کے واسطے کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ "مشکوک" خبر تو "لا صدق و لا کذب" ہے۔ کیونکہ "مشکوک" خبر میں اعتقاد متحقق نہیں ہوتا، شک طرفین تساوی ہوتا ہے؟

ج :-

"خبر مشکوک" کذب ہے۔

اسلئے کہ جب "مشکوک والی" خبر میں "عدم مطابقت للاعتقاد" کی نفی متحقق ہو گی تو "کذب" ثابت ہو گیا:-

بعض لوگوں کی طرف سے جواب :-

"مشکوک" خبر میں داخل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کہ صادق ہو یا کاذب

وجہ :-

ارباب معقول نے اس بات کی صراحت کی ہے

Scanned by CamScanner

جس خبر میں حکم اور تصدیق نہ ہو تو وہ خبر محض تصور ہے۔ اور "تصور" سے خبر کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے :

پہلا رد اس جواب کا :-

"خبر مشکوک" خبر نہیں یہ کہنا درست نہیں ہوتا اسلئے کہ خبر کا دار و مدار اسناد پر ہوتا ہے اور "مشکوک" میں اسناد پائی جا رہی ہے اسلئے کہ کوئی شخص شک کے ساتھ "زید فی الدار" کہے۔ تو یہ مشکوک خبر ہونے کے باوجود، خبر ہے۔

دوسرا جواب :-

جب کوئی بندہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ "زید گھر میں نہیں ہے" پھر "زید فی الدار" کہے تو اس صورت میں اعتقاد کے خلاف خبر پائی جا رہی ہے اسکے باوجود اسکو خبر کہتے ہو۔ جس میں اعتقاد نہ ہو تو وہ بدرجہ اولیٰ خبر ہونی چاہیے :

استدلال النظام :-

اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكاذبون :-

استدلال :-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ منافقین کو جھوٹا قرار فرما رہا ہے۔ حالانکہ منافقین نے آپ علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ اور یہ خبر واقع کے مطابق ہے۔ کہ سرکار علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ اسکے باوجود منافقین کو جھوٹا قرار دینا اس وجہ سے کہ یہ خبر ان کے اعتقاد کے مطابق نہیں تھی۔ لہذا یہ بات ثابت ہوئی کہ صدق و کذب کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ نہ کہ واقع سے :

Scanned by CamScanner

پہلا رد :-
اللہ تعالیٰ نے منافقین کو "شہادت" میں
جھوٹا قرار دیا ہے۔ کیونکہ گواہی میں زبان کا دل کے
موافق ہونا ضروری ہے۔ جبکہ ان کے دل آپ
علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔

دوسرا رد :-
منافقین کا "انک لرسول اللہ" والی خبر کو
"شہادت" کا نام دینا تھا۔
اس خبر کو شہادت کے نام
دینے میں جھوٹا قرار دیا۔ کیونکہ شہادت اعتقاد
کے موافق ہوا کرتی ہے۔ اور جب ان کا اس بات کو
کہنا کہ "نشہد انک لرسول اللہ" یہ ان کے اعتقاد
کے مطابق نہ تھی۔
اس خبر کو "شہادت" کا نام دینے
میں جھوٹا قرار دیا :-

تیسرا رد :-
اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مشہود بہ "انک
لرسول اللہ" میں جھوٹا قرار دیا۔
مطلق خبر میں جھوٹا قرار
نہ دیا۔ وہ اسطرح کہ منافقین نے
بلکہ انکا گمان جو تھا اس خبر کے بارے میں اسکو جھوٹا قرار
دیا وہ اسطرح کہ منافقین نے گواہی دی کہ آپ
علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اپنے گمان میں یہ
سمجھ رہے تھے کہ ہم نے جو یہ خبر دی ہے یہ واقع کے
مطابق نہیں ہے۔
تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس گمان
کی تکذیب فرمائی کہ تم اس میں جھوٹے ہو کیونکہ یہ
خبر واقع کے مطابق ہے۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔
اور تم اپنے گمان میں جھوٹے ہو کہ آپ علیہ السلام
نہ کہ "شہادت" میں :-

Date 24-5-2019

(20)

شارح کی جانب سے نظام کو جواب :-

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تکذیب فرمائی۔ نہ شہادت کی تسمیہ کی بناء پر نہ مشہود بہ کی بناء پر:-

بلکہ منافقین کی قسموں کی بناء پر تکذیب فرمائی ہے:-

اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں جو منافقین کی تکذیب فرمائی اسکا تعلق آیت کریمہ کے پس منظر سے ہے:-

تعریف الصدق عند الجاحظ:-

جو خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو:-

تعریف الکذب عند الجاحظ:-

جو خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق نہ ہو:-

نوٹ:-

جاحظ صدق اور کذب کے مابین واسطے کے بھی قائل ہیں۔ تو اس اعتبار سے اس کے نزدیک خبر کی "6" اقسام ہو گئی:-

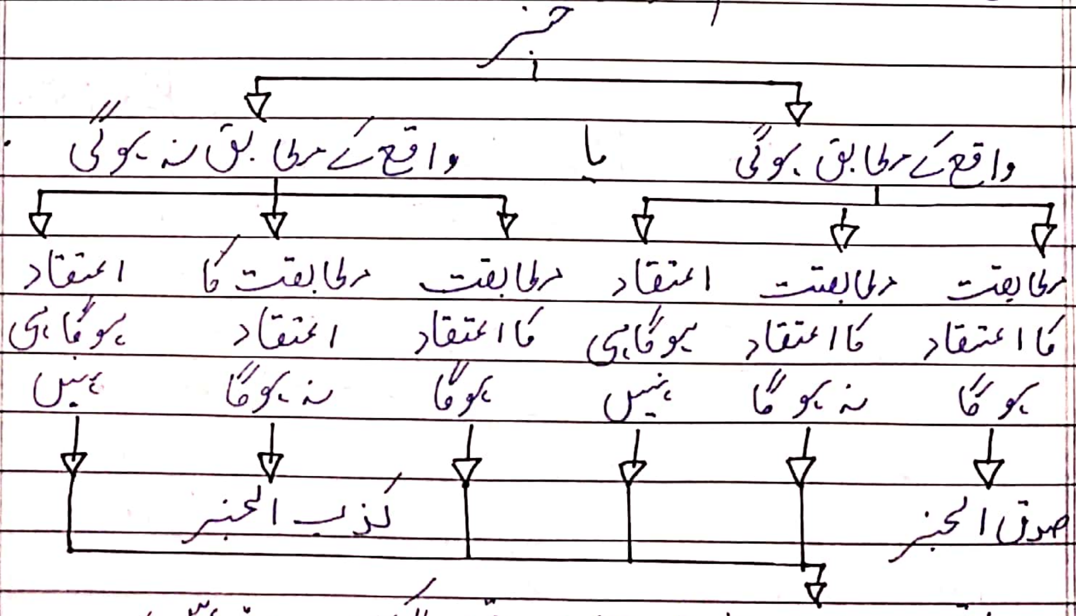

باقی یہ چاروں خبریں "لا صدق، لا کذب" ہیں۔

Scanned by CamScanner

دلیل الجاحظ :-

قولہ تعالیٰ :- افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ

استدلال :-

آپ علیہ السلام کفار کو حشر و نشر کی خبریں دیا کرتے تھے۔ تو کفار حضور علیہ السلام کی خبروں کو نہیں مانتے تھے۔

تو کفار نے حضور علیہ السلام کی شان میں یہ جملہ منع خلو کے طور پر کہا کہ "افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنہ"

پہلا جزء کذب ہے۔ دوسرا جزء

کذب نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ دوسرا جزء پہلے جزء کی قسیم ہے۔ اور قسیم کا دوسری قسیم کا غیر ہونا ضروری ہے۔ تو لہذا پہلا جزء "کذب" تو "دوسرا جزء" "لا کذب" ہوا۔

اور دوسرا جزء لا صدق نہیں اسلئے :-

کہ کفار اور منافقین

اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ آپ علیہ السلام مجنون ہیں۔ کیونکہ کفار آپ کو صادق اور امین مانتے تھے۔ لہذا

نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرا جزء "لا کذب و لا صدق" ہوا۔ تو "صدق و کذب" کے مابین واسطہ ثابت ہوا۔

رد الدلیل :-

"ام بہ جنہ" یہ "أم لم یفتر" کے معنی میں ہے۔ اسلئے "افتری" میں جھوٹ کا قصد ہوتا ہے۔ اور مجنون قصداً جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔ جب مجنون کیلئے لا قصد ثابت ہوا تو اسلئے "ام بہ جنہ" کو "ام لم یفتر" سے تعبیر کیا۔

دوسری قسیم پہلے سے خالص ہو۔ اور غیر ثابت ہو گیا۔

تو ہر دو واسطہ ثابت نہ ہوا۔

س: "أم به جنة" کفار کا قول ہے اس سے دلیل لینا درست نہیں ہے؟

ج: بطورِ عقلاء ہونے اور عارف باللغۃ ہونے کے اعتبار سے ان کے قول کو بطورِ دلیل ذکر کیا گیا ہے:۔

وضاحت

وہ کلام جو دو چیزوں کے مابین پائی جانے والی نسبت پر دلالت کر رہا ہو تو وہ دلالت

ثبوت کے ساتھ ہوگی یا نفی کے ساتھ ہوگی

قطع نظر نسبتِ ذہنیہ کے۔

ان دونوں چیزوں کے مابین نسبت ثبوتی یا سلبی کا ہونا ضروری ہے۔

کیونکہ

یہ خبر واقع کے مطابق ہوگی یا واقع کے مطابق نہ ہوگی۔

اب جو نسبت کلامیہ سے نسبت ذہنیہ سمجھی (ثبوتی یا) نفی۔ وہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہو جائے تو دونوں ثبوتی ہوں یا دونوں سلبی "صدق ورنہ کذب کہلائے گی۔

اہم بات:۔

کلام چاہے واقع کے مطابق ہو یا خارج کے مطابق ہو یا نفس الامر کے مطابق ہو تو صدق ورنہ کذب کہلائے گا۔

کیونکہ واقع اور نفس الامر اور خارج تینوں ایک ہی شئ ہیں:۔

س: صدق اور کذب کو خبر کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں کیونکہ صدق و کذب انشاء میں بھی پایا جاتا ہے؟

ج: انشاء میں صدق و کذب نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ صدق و کذب کہتے ہیں خبر کے خارج کے مطابق ہونے اور نہ ہونے کو یعنی جب کوئی جملہ کہا جائے تو اس جملہ سے پہلے اس کا خارج ہونا ضروری ہے۔ جبھی مطابقت کلام خارج کے ساتھ پائی جائے گی اور اگر خارج ہی نہ ہو تو مطابقت کیسی؟

Scanned by CamScanner

لہذا "بعث" سے پہلے اس کلام کا خارج نہیں پایا جارہا تھا۔ بلکہ جب "بعث" کہا تو خارج کا وقوع ہو۔ تو مطابقت نہیں پائی جاسکتی۔ کیونکہ اسکا خارج ہی نہیں پایا جارہا۔ بلکہ "بعث" تو "موجد مالم یوجد" ہے:۔

تعریف الخبر عند القوم:۔
الکلام المحتمل للصدق والکذب:۔

تعریف الصدق عند القوم:۔
الخبر عن الشئ علی ما ھو بہ:۔

تعریف الکذب عند القوم:۔
الخبر عن الشئ لا علی ما ھو بہ:۔

س: نسبت کو خارجیہ کہنا درست نہیں ہے اسلئے نسبت امور اعتباریہ میں سے ہے اور امور اعتباریہ کیلئے خارج میں کوئی وجود نہیں ہے؟

ج: خارج کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک تو خارج کا معنیٰ عین ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ ہے نسبت کلامیہ:۔
ہماری مراد نسبت کلامیہ ہے۔
خارج کا جو پہلا معنیٰ "عین" ہے اسکیلئے خارج نہیں ہوتا ہے:۔

05/04/19

علم اور زبان کا باہم تعلق ہے کہ علم جتنی شدت سے آتا ہے زبان اتنی ہی خاموش ہو جاتی ہے!!!

Scanned by CamScanner

أحوال الاسناد الخبری

س اسناد سے کیا مراد ہے؟
ج کلمہ یا کلمہ کے قائم مقام کو دوسرے کلمے کے ساتھ اسطرح ملانا کہ وہ ملانا مخاطب کو یہ فائدہ دے کہ دو کلموں میں سے ایک کلمہ کا مفہوم دوسرے کیلئے ثابت ہے یا ایک کلمہ کے مفہوم کی دوسرے مفہوم سے نفی کی گئی ہے۔

س احوال اسناد خبری سے کیا مراد ہے؟
ج تاکید، ترک تاکید، حقیقت عقلیہ، مجاز عقلی مراد ہے:۔

عند السکاکی احوالِ خبری کی تعریف:۔
وہ حکم ہے جو ایک مفہوم کا دوسرے مفہوم کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ مفہوم دوسرے مفہوم کیلئے ثابت ہو یا نفی ہو:۔

ھذا اولیٰ:۔
احوال خبری کی مذکورہ تعریف علامہ سکاکی والی تعریف سے زیادہ بہتر ہے۔
اسلئے کہ مسند الیہ اور مسند الفاظ کے اوصاف میں سے ہے۔

س خبر کی بحث کو مقدم کرنے کی وجوہات تحریر کریں؟
ج پہلی وجہ:۔
خبر انشاء سے زیادہ اعظم ہے شان کے اعتبار سے۔
دوسری وجہ:۔
خبر انشاء سے زیادہ عام ہے فائدہ کے اعتبار سے۔
کیونکہ خبر وہی ہے جسکی کثیر صورتیں متصور ہوتی جاتی ہیں۔
تیسری وجہ:۔
خبر میں عجیب صنعے واقع ہوتے ہیں۔
چوتھی وجہ:۔
خبر کے سبب دو کلاموں کے مابین تفاضل ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

پانچویں وجہ:۔ کلام میں اصل خبر ہے۔
اسلئے کہ انشاء خبر سے ہی حاصل ہوتی ہے
اشتقاق کے ذریعے جیسے:۔ الامر، نھی:۔
نقل کے ذریعے جیسے:۔ عسی، نعم:۔
حرف کی زیادتی کے سبب جیسے:۔ حرف الاستفہام:۔
مذکورہ اشیاء اصل میں خبر ہی تھے۔ نقل کر کے انکو انشاء بنا دیا گیا:۔

س: مسند الیہ اور مسند پر اسناد کو مقدم کیوں کیا؟
ج: علم المعانی میں اس لفظ سے بحث کی جاتی ہے۔
جو مسند الیہ اور مسند ہونے کے ساتھ موصوف ہو اور مسند الیہ و مسند ہونا اسناد کے متحقق ہونے کے بعد ہوتا ہے۔
کیونکہ طرفین میں سے کوئی ایک دوسرے کی طرف اسوقت تک "مسند" نہیں ہوتا۔ جب تک ان میں سے کوئی ایک مسند الیہ اور دوسرا مسند نہ ہو۔

س: خبر کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں۔ تحریر کریں؟
ج: خبر کی "2" اقسام ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔
1- فائدۃ الخبر 2- لازم فائدۃ الخبر
فائدۃ الخبر سے مراد:۔
مخبر اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو فائدہ پہنچائے:۔
مثال:۔ زید قائم:۔

لازم فائدۃ الخبر سے مراد:۔
مخبر اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچائے کہ مخبر بھی "عالم بہ" ہے۔ کہ میں بھی اس خبر کو جانتا ہوں۔
مثال:۔ قد حفظت التوراۃ:۔

Scanned by CamScanner

س مخبر کے قصد سے کیا مراد ہے؟
ج مخبر کا مقصود بھی خبر دینا ہو یعنی جملہ خبریہ کا تلفظ کرنا:-
وجہ:
کیونکہ کثیر مرتبہ خبر کو فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کے علاوہ دوسری اغراض کیلئے بھی بیان کیا جاتا ہے
پہلی غرض:-
اپنی امید کی محرومی پر بطور حسرت اور اپنے رب کی طرف غم بیان کرنا:-
مثال:- حضرت عمران کی بیوی سے حکایت کرتے:-
کقولہ تعالیٰ:- رب انی وضعتھا انثی:-

دوسری غرض:-
کمزوری اور عاجزی کے اظہار کیلئے:-
مثال:- حضرت زکریا سے حکایت کرتے:-
قولہ تعالیٰ:- رب انی وھن العظم منی:-

تیسری غرض:-
جہاد پر ابھارنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا خبر کو لانا۔
فرمان:- لا یستوی القاعدون من المؤمنین:-

چوتھی غرض:-
جاہل کی غیریت کو حرکت دینے کیلئے
اللہ تعالیٰ کا خبر کو لانا:-
فرمان:- ھل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون:- سورۃ الزمر "9":-

س حکم سے کیا مراد ہے؟
ج یہاں حکم سے مراد "وقوع، لا وقوع" مراد ہے۔
"ایقاع، انتزاع" مراد نہیں ہے۔
پہلی دلیل:-
متکلم جب "زید قائم" کہتا ہے تو اسکا
خطاب "نفس الامر میں زید کھڑا ہے" یہ مقصد ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ میرے مخاطب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں نے " زید قائم " کے درمیان نسبت واقع کی ہے۔ اور نہ متکلم کا ارادہ یہ بھی نہیں ہوتا کہ مجھے " وقوع، لاوقوع " کا ادراک ہے۔

دوسری دلیل:۔

متکلم جب بھی " زید قائم " کہے اور نسبت کلامی کا قصد ہو۔ تو اس کا انکار کوئی کر ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ متکلم نے ایقاع مراد لیا ہے۔ اور ادراک اندر کی چیز ہے کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ فلاں کو ادراک نہیں ہے۔

اعتراض:۔

قوم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حکم سے مراد " وقوع، لاوقوع " مراد نہیں ہے؟ " وقوع، لاوقوع " مراد لینے میں کیا خرابی لازم آئے گی؟

جواب:۔

" وقوع، لاوقوع " مراد لینے کی صورت میں سامع کو کسی چیز میں شک نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب سامع کو " حکم " کا یقین حاصل ہو گیا۔ پھر یقین کے بعد شک نہیں ہوتا۔

دوسرا ملازمہ:۔

متکلم جب بھی " ضرب زید " کہتا۔ اس کا مطلب یہی ہوتا کہ زید نے مارا ہے۔ یہ جملہ اُس وقت بولے گئے جب واقعی میں زید نے مارا ہو۔ اگر نہ مارا پھر بولا تو یہ درست نہ ہوگا۔ اسلئے کہ لفظ کا اپنے اُس معنیٰ سے خالی ہوگا جس معنیٰ کو واضعین نے وضع کیا ہے۔

تیسرا ملازمہ:۔

" وقوع، لاوقوع " کی صورت میں اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ " ضرب زید " واقع میں زید نے مارا ہے اور " ما ضرب زید " واقع میں زید نے نہیں مارا ہے۔

پہلے ملازمے کا جواب :-

حکم کا مدلول "وقوع اور لاوقوع" ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کو حکم کا فائدہ دینا۔ اب فائدہ دینے سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ وہ فائدہ نفس الامر میں بھی اسی طرح ہو۔

دوسرے ملازمے کا جواب :-

ضرب زید یہ مثال اسوقت بولی جب زید نے مارا۔ یہ لازم نہیں ہے بلکہ اس مثال کا تخلف بھی جائز ہے کہ زید نے واقع میں نہ مارا ہو۔

تیسرے ملازمے کا جواب :-

وقوع ولاوقوع مراد لینے کی صورت میں آپ نے کہا اجتماع نقیضین لازم آرہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ "زید قائم" اسکا تخلف بھی ہو سکتا ہے کہ "زید کھڑا نہ ہوا ہو"۔

وقوع ولاوقوع کے قائلین کی تاویل :-

اگر وقوع اور لاوقوع کے قائلین کے مذھب کی تاویل نہ نکالیں تو ان کا مذھب باطل ہو جائے گا۔ تاویل یہ ہے کہ فقط ہم کو معنیٰ سمجھانا مقصود ہے۔ نہ کہ معنیٰ کو نفس الامر میں واقع کرنے کا مقصود ہے۔ اور دلالت کا مقصد سمجھانا ہوتا ہے :-

ایقاع وانتزاع مراد لینے کی صورت میں خرابی :-

قوم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حکم کا مدلول ایقاع وانتزاع ہے۔ لیکن ملا صاحب اس پر حصر کیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ اسلئے کہ اگر ایقاع اور انتزاع پر حصر کر لیا۔ تو سب قضیوں کے مفہوم متحقق ہونگے۔ بلکہ قضیوں میں تناقض متحقق

نہیں ہوگا۔ کیونکہ متناقضین میں دونوں قضیے متحقق نہیں ہوتے:-
اسلئے خبر کے مدلول ایقاع اور انتزاع پر حصر کرنا باطل ہے:-

درست جواب:-
سب خبریں لفظ کے اعتبار سے سچی ہوتی ہیں۔ اور صدق خبر لفظ کے لحاظ سے سچی ہے۔ باقی کذب خبر کا مدلول نہیں بلکہ خبر کے مدلول کی نقیض ہے۔

س فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کو نام رکھنے کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟
ج فائدہ الخبر لازم فائدۃ الخبر کے بغیر نہیں پائی جاسکتی جبکہ لازم فائدۃ الخبر، فائدۃ الخبر کے بغیر پائی جاسکتی ہے۔
وجہ:-
فائدۃ الخبر "ملزوم" لازم فائدۃ الخبر "لازم" ہے۔ ملزوم پایا جائے تو لازم ضرور پایا جائے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ لازم پایا جائے تو پھر ملزوم بھی پایا جائے:-
دلیل:-
لازم مجہول مساواۃ "مساواۃ مجہول ہو تو پھر لازم اعم ہوگا۔ جب اعم پایا جائے تو کوئی ضروری نہیں کہ اخص پایا جائے:-

لزوم سے کیا مراد ہے:-
فائدہ خبر ملزوم ہے۔ جہاں فائدہ خبر ہوگا وہاں لازم فائدہ خبر ضرور ہوگا۔
جہاں لازم فائدہ خبر ہو وہاں ضروری نہیں کہ فائدہ خبر بھی ہو۔
جیسے:- توریت شریف کے حافظ کو کہنا
حفظت التوراۃ:-

محمد قطب الدین شیرازی :-

قطب الدین شیرازی نے مفتاح کی شرح لکھی ہے۔ وہاں یہ بات نقل کی ہے کہ

فائدۃ خبر یہ کہ "سامع یعنی مخاطب سے متکلم کا استفادہ کرے اور لازم فائدۃ الخبر یہ ہے کہ سامع کا خبر سے اس بات کا استفادہ کرنا کہ مخبر متکلم کا عالم ہے۔

یہ وضاحت مفتاح العلوم کے مخالفت ہے۔ اسلئے کہ مفتاح العلوم میں ہے کہ استفادہ کا تعلق متکلم سے ہے

صاحب تلخیص المفتاح آگے چل کر تلخیص کی شرح "ایضاح" میں قطب الدین کی موافقت کرتے ہیں۔

ایضاح میں ہے کہ

جب پہلا فائدہ پایا جائے گا تو دوسرا بھی پایا جائے گا مگر دوسرا فائدہ پایا جائے پہلا فائدہ بھی پایا یہ ضروری نہیں ہے

کیونکہ اگر پہلے کے پائے جانے سے وقت دوسرے کا پایا جانا نہ مانا جائے تو "دو" باتیں لازم آئے گی:-

پہلی بات :-

فائدۃ الخبر پایا جائے گا تو ضرور لازم فائدۃ الخبر بھی پایا جائے گا ورنہ

لازم فائدۃ الخبر، فائدۃ الخبر سے پہلے حاصل ہوگا۔ تو یہ باطل ہے۔

وجہ :-

اسلئے کہ مخبر "عالم بالحکم" ہے۔ تو اسلئے یہ بات ضروری ہے کہ یہ حکم اس مخبر کے ذھن میں حاصل ہو ورنہ مخبر کو اس کا علم "لازم فائدۃ الخبر" کی خبر سے ہوگا۔ اور یہ حصول الحاصل لازم آئے گا۔

جو کہ باطل ہے۔

دوسری بات :-

لازم فائدۃ الخبر، فائدۃ الخبر سے نہ پہلے حاصل تھی اور نہ بعد میں حاصل ہوگی۔ یہ بھی باطل ہے:-

Scanned by CamScanner

وجہ :۔
اسلئے کہ متکلم کا بولنا اور مخاطب کا سننا اس بات پر دلیل کہ مخبر کو یہ بات پہلے سے معلوم ہے :۔
اس بناء پر دوسری بات بھی باطل ہے ۔

س ہم بہت سے ایسی خبریں سنتے ہیں جن سے فائدۃ الخبر تو حاصل ہوتا ہے لیکن لازم فائدۃ الخبر حاصل نہیں ہوتا ؟
ج فائدۃ الخبر کا فائدہ حاصل ہوا تو ضروری طور پر لازم فائدۃ الخبر بھی حاصل ہوگی ۔
ہاں جہاں پر ایسی خبر ہو جس کے ذریعے سامع کو لازم فائدۃ الخبر حاصل نہ ہو تو اسکی وجہ ہے کہ سامع کی توجہ نہ ہوگی ۔ اسوجہ لازم فائدۃ الخبر کا فائدہ حاصل نہیں ہو رہا :۔

س لازم فائدۃ الخبر کا جہاں فائدہ حاصل ہو رہا ہو وہاں پر فائدۃ الخبر کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے ؟ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ؟
ج اسوقت شرط یہ ہے کہ مخاطب کو خبر کو دیکھ بھی رہا ہو اور مشاہدہ بھی کر رہا ہو ۔

س وقد ینزل العالم ...... الخ عبارت کی وضاحت کریں ؟
ج عالم بفائدتین کو کبھی کبھار جاہل کے مرتبے میں اتار کر کلام کیا جاتا ہے :۔
کیوں ؟ علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ :۔
جیسے :۔ عالم کو کہنا " الصلوۃ واجبۃ " :۔

دوسری صورت :۔
ایک بندہ جانتا ہے کہ مخاطب کے سامنے قرآن کتاب ہے ۔ پھر سوال کرتا ہے کہ " ماھو " تو مخاطب اسکو جاہل کے مرتبہ میں اتار کر جواب دیگا ۔
ھو الکتاب :۔
یہ کتاب ہے ۔

Scanned by CamScanner

تیسری صورت :-

رب کریم عالم بفائدتین تھا۔ لیکن پھر کسی حکمت کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ "وما تلک بیمینک یا موسیٰ"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ " ھی عصای ":-

قال صاحب المفتاح :-

عالم بفائدتین کو جاہل کے مرتبے میں اتارنے کی مثالیں قرآن پاک میں کثیر ہیں۔ اگر تو چاہے تو قرآن پاک میں سے دیکھ سکتا ہے۔

مثال :-

قولہ تعالیٰ :- ولقد علموا لمن اشتراہ مالہ فی الاخرۃ من خلاق و لبئس ما شروا بہ انفسھم لو کانوا یعلمون :- "البقرۃ 102"

بعض لوگوں کا گمان :-

کیا کہ مذکورہ مثال عالم بفائدتین کو اللہ تعالیٰ نے جاہل کے مرتبے میں اتارا ہے۔ کہ یہودی سحر کے نقصان کو جانتے تھے۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ نہیں جانتے تھے :-

صحیح مطلب :-

آیت کریمہ کے مخاطب آقا علیہ السلام اور صحابہ کرام ہیں۔ کبھی کبھار وجودِ شئی کو عدمِ شئی کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے۔

دلیل :-

قولہ تعالیٰ :- وما رمیت اذ رمیت :-

مذکورہ مثال وجودِ شئی کو عدمِ شئی کے درجے میں اتارنے کی ہے :-

س مخاطب کی اقسام تحریر کریں؟ مع تعریفات :-

ج مخاطب کی "3" اقسام ہیں۔ جو درج ذیل ہیں :-

1- ابتدائی 2- طلبی 3- انکاری

تعریف الابتدائی :-

مخاطب حکم اور تردد حکم سے خالی الذھن ہو

ہو تو اس وقت کلام بغیر تاکید کے لایا جائے گا۔
مثال :- زید قائم :

خالی الذھن سے مراد :-
مخاطب وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت کا عالم بھی نہ ہو اور نسبت میں شک بھی نہ کرنے والا ہو کہ نسبت واقع ہے یا واقع نہیں ہے

س :-
آپ نے کہا حکم سے خالی ہو تو بغیر حکم کے تردد پایا ہی نہیں جاتا۔ لہذا حکم میں تردد سے خالی ہو یہ عبارت لغو ہے؟

جواب الاول :-
حکم تردد سے خالی ہو اس سے مراد یہ ہے کہ مخاطب وقوع نسبت اور لا وقوع نسبت کو جاننے والا نہ ہو اور اس بات میں بھی متردد نہ ہو کہ نسبت واقع ہوئی یا نہیں :-

جواب الثانی :-
حکم ذہنی اور تردد دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لہذا یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

س :-
تاکید کن کن الفاظ سے لائی جا سکتی ہے؟
ج :-
1- اِنَّ 2- لامِ 3- جملہ اسمیہ 4- جملہ اسمیہ کی تکرار 5- نون تاکید 6- امّا شرطیہ 7- حروف تنبیہ 8- حروف صلہ :

تعریف الطلبی :-
مخاطب حکم میں شک کرنے والا ہو۔ اور حکم کو طلب کرنے والا ہو۔ تو تاکید کے ساتھ حکم کو

Scanned by CamScanner

بحث کرنا بہتر ہے۔
مثال:۔ اِنَّ زیداً قائمٌ :۔

قال الشیخ فی دلائل الاعجاز :۔
شیخ دلائل الاعجاز میں فرماتے ہیں استفراءِ حکم یہ لگاتا ہے کہ "اِنَّ" وہاں پر واقع ہوتا ہے۔ جہاں سائل کو مجیب کے خلاف گمان ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ "اِنَّ" صرف جواب میں واقع ہو سکتا ہے تو یہ درست نہیں :۔
کیونکہ وہاں پر سائل کو مجیب کے خلاف کا گمان نہیں ہوتا صرف جواب مقصود ہوتا ہے۔ کہ "اِنَّ" صرف جواب میں واقع ہوتا ہے۔
تو یہ درست نہیں ہے :۔

تعریف الانکاری :۔
اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو کلام میں حسب انکار تاکید لگانا واجب ہے۔
جیسے :۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی حکایت کا ذکر کیا ہے۔ کہ جب انکو کفار نے انکار کیا تو قاصدوں نے کہا کہ "انا الیکم مرسلون :۔
جب دوسری مرتبہ کہا تو قاصدوں نے کہا کہ "انا الیکم لمرسلون :۔

س کفار تو انکو رسول مانتے بھی نہیں تھے پھر رسول کی نفی کیوں کی ؟
ج قاصدوں نے انکو اسطرح اصطلاح کی اور اسلام کی دعوت دی کہ گویا کہ کافروں نے قاصدوں کو ہی اصحاب وحی سمجھ لیا اور رسول اللہ سمجھ لیا۔ اس بات پر بناء کرتے ہوئے کہ اللہ کے رسول کا قاصد اللہ کا ہی قاصد ہوتا ہے۔ اسلئے کافروں نے قاصدوں کو جھٹلایا۔

س کافروں کو رسالت کا انکار کرنا چاہیے تھا مگر کافروں نے بشریت کا اثبات کر دیا ؟
ج یہ کنایہ ہے۔ اور کنایہ "ابلغ من الصریح" ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

مخاطب کی "ح" صورتوں کے مطابق کلام کرنے کو مقتضی الظاہر کے مطابق کلام کرنا کہلاتا ہے۔

اور مقتضی الظاہر مطلقاً مقتضی الحال سے خاص ہے۔

س مقتضی الظاہر اور مقتضی الحال کے مابین کونسی نسبت ہے؟

ج ان کے مابین "نسبت عموم خصوص مطلق" کی نسبت ہے

یعنی:-

جہاں مقتضی الظاہر پایا جائے گا وہاں پر مقتضی الحال بھی پایا جائے گا۔

جہاں پر مقتضی الحال پایا جائے گا وہاں پر مقتضی الظاہر نہیں پایا جائے گا۔

اعتراض:-

مقتضی الظاہر اور مقتضی الحال کے مابین نسبت "عموم خصوص من وجہ" کی ہے

اسلئے کہ "منکر کو غیر منکر" کی جگہ پر رکھ دیا جائے۔ اور کلام کو مؤکد ذکر کریں تو یہ کلام تو مقتضی الظاہر کے مطابق ہے؟ اسلئے کہ کلام تاکید کا تقاضا کر رہا تھا۔ اور مذکورہ کلام "مقتضی الحال" کے خلاف ہے اسلئے کہ حال کا تقاضا تھا کہ تاکید ذکر نہ کی جاتی؛

جواب:-

مذکورہ کلام مقتضی الحال اور مقتضی الظاہر کے مطابق ہے۔ کیونکہ حال "دو" قسم کے ہوتے ہیں ایک ظاہر اور دوسری "غیر ظاہر"

"مقتضی الحال" تقسیم

مقتضی الظاہر حال | مقتضی الظاہر خفی

مقتضی الظاہر حال کی قید سے مقتضی الظاہر خفی نکل جائے

Scanned by CamScanner

گا۔ مگر مقتضی الحال نہیں نکلے گا۔ کیونکہ مقتضی الحال مقتضی الظاہر حال کا "مقسم" ہے اور دونوں کے انتفاء سے عام کی انتفاء نہیں ہوتا:۔

نکتہ:۔
اگر کلام تاکید کے ساتھ ہے تو وہ مقتضی الظاہر کے مطابق ہے۔ اگر کلام بغیر تاکید کے ساتھ ہے۔ تو وہ مقتضی الحال کے مطابق ہوگا۔

س خلاف مقتضی الظاہر کی صورتیں تحریر کریں؟
ج پہلی صورت:۔
غیر سائل کو سائل بنا کر دلائل دیے جاتے ہیں۔

قرینہ:۔
کوئی ایسی چیز ہو کہ جو خبر کی طرف اشارہ کرتی ہو تو جب خبر کی طرف اشارہ ہوگا۔ متردد اور طالب کی طرح اس خبر کا انتظار ہوگا۔

جیسے:۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا:۔

وضاحت:۔
حضرت نوح علیہ السلام کو تردد نہیں تھا۔ اگر کوئی مخاطب ہوتا تو ضرور اُسکو تردد ہوتا۔

دوسری مثال:۔
وما أبری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء:۔

تیسری مثال:۔
صل علیھم ان صلوتك سكن لهم:۔

چوتھی مثال:۔
یایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم:۔

Scanned by CamScanner

دوسری صورت:۔
غیر منکر کو منکر کے درجے میں رکھ کر کلام کیا جائے گا:۔
قرینہ:۔
جب مخاطب پر انکار کی کوئی علامت ہو تو اس وقت غیر منکر کو منکر کے درجے میں رکھ کر کلام کیا جاتا ہے۔
مثال:۔
ثم انکم بعد ذلک لمیتون:۔
انکار کی علامت:۔
غفلت میں ہٹ دھرم تھے۔ اور عمل سے اعراض کر رہے تھے:۔

تیسری صورت:۔
منکر کو غیر منکر کے درجے میں رکھ کر کلام کیا جائے گا:۔
قرینہ:۔
منکر کے پاس اتنی دلیلیں ہیں۔ اگر غور کرتا تو ضرور انکار سے رک جاتا:۔
مثال:۔ الاسلام حق

لاریب فیہ:۔
منکر کو "غیر منکر" کے درجے میں رکھ کر کے کلام کی مثال "لاریب فیہ" کی مثال درست نہیں ہے۔

پہلی وجہ:۔
ریب کی بالکلیہ طور پر نفی ہو رہی ہے۔ حالانکہ مرتابین تو کثیر موجود ہیں:۔
جواب:۔
علی سبیل الاستغراق "شک" کی نفی کی گئی ہے۔
۱۔ دلائل میں غور و فکر کرتے تو شک دور ہو جاتا:۔

۲۔ قرآن پاک محل ریب بھی نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

دوسری وجہ:۔
"لاریب فیہ" یہ "ذلک الکتاب" کی تاکید ہے۔ تو یہ کلام مقتضی الظاہر کے مطابق ہوا۔ حالانکہ مصنف مقتضی الظاہر کے خلاف کی مثالیں بیان کر رہا ہے۔
جواب:۔
"لاریب فیہ" جو "ذلک الکتاب" کی تاکید ہے۔ تاکید معنوی نہیں ہے۔ تاکید لفظی ہے۔

س منکر کو غیر منکر کے درجے میں اتارنا ہے۔ مگر مصنف نے مرتبین کو غیر مرتابین کی مثال دی ہے؟
ج کبھی کبھی منکر غیر منکر کے درجہ میں اس بات پر دکھا جاتا ہے کہ اس بات پر اعتقاد کرتے ہوئے کہ منکر کے پاس ایسے اصول ہیں۔
جن میں غور و فکر کرے تو اسکا انکار زائل ہو جاتا۔ "ریب" کو "لاریب" کے درجے میں اتارنے کی وجہ یہ ہے کہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ شکی کے پاس ایسے اصول ہیں کہ اگر وہ ان میں غور و فکر کرتا تو اسکا شک دور ہو سکتا ہے۔

س "إنّ" لانے کی غرض بیان کریں؟
ج مخاطب مسائل متردد ہو تو "إنّ" کو لانے سے اسکے شک کی نفی ہوگی۔
اگر منکر ہو تو "إنّ" کو لانے سے اسکے انکار کا رد ہو جائے گا۔ "إنّ" کو لانے کی اسکے علاوہ اور غرض بھی ہیں:۔
پہلی غرض:۔
متکلم کو کسی چیز کی امید ہو اور وہ نہ ہو۔
مثال:۔ رب انی وضعتھا انثی:۔

دوسرا فائدہ:۔
"إنّ" ضمیر شان کے ساتھ آنا کیونکہ "إنّ" کے ساتھ ضمیر شان کے آنے میں جو حسن ہے وہ اسکے علاوہ میں نہیں۔
بلکہ "إنّ" کا اسکے علاوہ آنا درست نہیں:۔
مثال:۔ انہ لا یفلح الکفرون:۔

Scanned by CamScanner

تیسرا فائدہ:-
"إنَّ" نکرہ کے ساتھ آ جائے تو نکرہ مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
مثال:- ان شواد و نشوة وخبب البازل الامون

چوتھا فائدہ:-
اگر نکرہ موصوف ہو۔ تو "إنَّ" کے ساتھ کلام احسن ہو جاتا ہے
مثال:- ان دھرا یلف شملی بسعدی
لزمان یھم بالاحسان

پانچواں فائدہ:-
"إنَّ" کی خصوصیات میں سے کہ خبر کو حذف کرنا ہی ہے۔
مثال:- ان زیدا و ان عمرا:-

چھٹا فائدہ:-
کبھی کبھار حکم منکرین بھی "إنَّ" کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔
پہلی وجہ:-
متکلم کو حکم میں کوئی دلچسپی نہیں۔ کیونکہ متکلم کو اعتقاد نہیں ہوتا:-

دوسری وجہ:-
متکلم یہ سمجھتا ہے کہ حکم مجھ سے رائج ہیں۔

چھٹا فائدہ:-
حکم مسلّم میں تاکید لائی جاتی ہے۔
پہلی وجہ:-
تاکید میں رغبت کی وجہ سے:-

دوسری وجہ:-
رائج ہونے کی وجہ سے:-

Scanned by CamScanner

دلیل:-
واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم:-

حکم منکر میں ترک تاکید:-
کفار کے مخاطبین مومنین تھے۔ لیکن پھر بھی "امنا" کہا۔ حالانکہ مومنین ان کے ایمان کے منکر تھے۔

حکم مسلم میں تاکید:-
کفار کے مخاطبین ان کے سردار تھے۔ ان کے حکم کے منکر نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی تاکید کے ساتھ کلام کیا:- "انا معکم":-

ساتواں فائدہ:-
مخاطب منکر ہو متکلم کے عالم بہ ہونے کا تو اس صورت میں حکم کو مؤکد کیا جائے گا۔
دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- قالوا نشھد انک لرسول اللہ:
استدلال:-
مخاطب "سرکار علیہ السلام اس بات کو جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ لیکن سرکار علیہ السلام کا خیال مبارک یہ تھا کہ متکلم "منافقین" منکر ہیں۔ تو کلام تاکید کے ساتھ کیا۔

س اسناد کی اقسام تحریر کریں؟ وضاحت کیساتھ:-
ج اسناد کی "2" اقسام ہیں:-
۱۔ حقیقت عقلی 2۔ مجاز عقلی:-

س "اسناد" اسم لکھا یا ضمیر کیوں نہیں ذکر کی؟
ج اگر ضمیر ذکر کرتے تو راجع اسناد خبری ہوتا۔ مطلب یہ ہوتا کہ حقیقت عقلیہ اور مجاز عقلی دونوں اسناد خبری کی طرف ہوتی!- حالانکہ یہ دونوں قسمیں اسناد انشائی کی بھی ہوتی ہیں۔
جبکہ اسناد کہا تو یہ دونوں کو شامل ہے انشائی ہو یا خبری

Scanned by CamScanner

س: "إنما حقيقة و إنما مجاز" کیوں نہیں کہا؟

ج: اسناد کا حصر "حقیقت عقلی اور مجاز عقلی" میں نہیں ہے۔
بلکہ کئی اسناد نہ حقیقت عقلی ہیں نہ مجاز عقلی۔

جیسے: الحیوان جسم:

نہ فعل — نہ منفی فعل

منہ کہا:

تو مطلب یہ ہوا بعض اسناد حقیقت عقلیہ
اور بعض مجاز عقلی اور بعض نہ حقیقت نہ مجاز:

س: ماتن نے "حقیقت و مجاز عقلی" کو اسناد کی صفت بنایا، حالانکہ صاحب مفتاح نے "کلام" کی صفت بنایا ہے تو ماتن نے "ملخص" کی مخالفت کر دی؟

ج: "حقیقت عقلی اور مجاز عقلی" دونوں کا تعلق عقل سے ہے
حقیقت اور مجاز یہ اسناد کی صفتیں ہیں۔ تو یہ عقل کی طرف بلاواسطہ ہے۔
کیونکہ حقیقت و مجاز کا فیصلہ عقل کرے گی۔ نہ کہ واضع:

صاحب مفتاح:

"حقیقت و مجاز عقلی" کو کلام کی صفت بنایا ہے۔ وہ عقلی کی طرف اسناد کے واسطے سے ہے۔

اور بلاواسطہ
بالواسطہ سے اولیٰ ہوتا ہے

دلیل:

حقیقت کو حقیقت اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے محل میں ثابت ہے۔ اور مجاز کو مجاز اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے محل میں ثابت نہیں:
اسکا علم عقل سے آئے گا۔
واضع کا کوئی دخل نہیں ہے۔

مثال: ضرب: واضع اسکا معنیٰ بتائے گا۔ اور اسناد کس کی طرف کرنی ہے۔ یہ عقل بتائے گا:

Scanned by CamScanner

س صاحب مفتاح نے "حقیقت و مجاز عقلی" کو علم بیان میں ذکر کیا حالانکہ ماتن نے "علم معانی" میں بیان کیا؟

ج ماتن نے علم معانی کی تعریف کی "علم یعرف بہ احوال اللفظ العربی التی لھا یطابق مقتضی الحال"

تو ماتن نے خیال کیا کہ

حقیقت و مجاز عقلی کے احوال ہیں۔ انکی وجہ سے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے۔ تو اس وجہ سے ان دونوں کو علم معانی میں ذکر کیا

س حقیقت عقلیہ کی تعریف مع وضاحت، فوائد قیودات اور امثلہ تحریر کریں؟

ج حقیقت عقلیہ کی تعریف:-

وھی اسناد الفعل أو معناہ الی ما ھو لہ عند المتکلم فی الظاہر:-

معنی فعل سے مراد:-

1- مصدر 2- اسم فاعل 3- اسم مفعول
4- صفت مشبہ 5- اسم تفضیل 6- ظرف 7- جار مجرور
8- اسم فعل 9- اسم منسوب:-

لہ سے مراد:-

فعل یا معنی فعل کی اسناد فاعل کی طرف ہو۔

مثال:- ضرب زید عمروا:-

یا:- فعل یا معنی فعل کی اسناد مفعول کی طرف ہو۔

مثال:- ضرب عمرو:-

فی الظاھر سے مراد:-

متکلم جو ظاہری کلام سے سمجھا جا رہا ہو اور ظاہری حالت کا ادراک کر سکتا ہو۔

سوال:-

متکلم کو نہ ظاہری کلام سے کوئی چیز سمجھ آ رہی ہو نہ

Scanned by CamScanner

ہی ظاہری حالت ہے، پھر وہ مثال کس اسناد کے قبیل سے ہوگی؟

جواب :- حقیقت

اسنادِ عقلیہ کے قبیل سے ہوگی۔ اسلئے کہ اس کلام پر ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جس قرینہ کی بناء پر کلام کو غیر ماھولہ پر محمول کریں۔ قرینہ کے نہ ہونے کی بناء پر حقیقتِ عقلیہ کی ہوگی۔

اسناد الفعل ومعناہ :-

اس قید سے وہ امثلہ نکل گئیں جس میں مسند نہ فعل ہو اور نہ ہی معنیٔ فعل :-

مثال :- الحیوان جسم :-

عند المتکلم :-

اس قید سے وہ امثلہ داخل ہوگئیں جو اعتقاد کے مطابق ہیں اور واقع کے مطابق نہیں ہیں۔

کقول الدھری :- أنبت الربیع :-

فی الظاھر :-

اس قید سے وہ امثلہ داخل ہوگئیں جو اعتقاد کے مطابق یا واقع کے مطابق نہ ہوں۔

مثال :- اقوال کاذبہ :-

حقیقتِ عقلیہ کی اقسام :-

حقیقتِ عقلیہ کی تعریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسکی "۴" اقسام بنتی ہیں :-

پہلی قسم :-

جو واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو۔

کقول المؤمن :- انبت اللہ البقل :-

دوسری قسم :-

جو فقط اعتقاد کے مطابق ہو۔

Scanned by CamScanner

کقول الجاهل: - أنبت الربیع البقل: -

تیسری قسم: - جو فقط واقع کے مطابق ہو۔

کقول المعتزلی: - خلق اللہ الافعال کلها: -

چوتھی قسم: - جو واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق نہ ہو: -

جیسے: - جاءنی زید: -

↓

متکلم جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے لیکن مخاطب کو پتہ نہیں ہے زید کے نہ آنے کا۔

نوٹ: - جاءنی زید۔
اس مثال کی تفصیل وہاں پر
اگلے صفحہ پر ملاحظہ
آپ کریں: -

"اُس شخص کا کہنا جسے یہ پتہ ہے کہ زید نہیں آیا" (45)

Date 28.6.2019

جاءنی زید

↓

تو مخاطب

- مخاطب بھی جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے
  - ↓ تو اب حقیقت عقلیہ نہیں ہوگی بلکہ "2" حال ہیں
    - مخاطب اس بات کو جانتا ہے کہ زید نہیں آیا اور مخاطب ساتھ میں یہ بھی جانتا ہے کہ متکلم بھی جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے
      - معنی مجازی لینے میں کوئی قرینہ ملابس ہوگا
        - ↓ مجاز عقلی
      - کوئی ملابس نہیں ہوگا
        - ↓ تو اس صورت میں متکلم پر کذب عقلی کا حکم لگے گا
    - مخاطب فقط اس بات کو جانتا ہے کہ زید نہیں آیا متکلم کے علم سے مخاطب کو کچھ تعلق نہیں
      - ↓ یہ اسناد حقیقت عقلیہ ہوگی لیکن متکلم پر "سہو و نسیان" کا حکم لگے گا۔
- مخاطب نہیں جانتا کہ زید آیا ہے
  - ↓ حقیقت عقلیہ
  - ↓ وجہ
  - ↓ اسلئے کہ کوئی قرینہ نہیں ہے جسکی وجہ سے کلام کو غیر ما ھو لہ کی طرف پھیریں

س: ماتن نے مفتاح کی حقیقت عقلیہ والی تعریف سے عدول کیوں کیا؟

ج مفتاح کی حقیقت عقلیہ کی تعریف:۔

هی الکلام المفاد به ما عند المتکلم من الحکم: هو ان الحقيقة العقلية

ترجمہ:۔

اس کلام کو کہتے ہیں کہ جس سے یہ علم آتا ہے کہ متکلم کے نزدیک کونسا حکم ہے۔

عدول کی پہلی وجہ:۔

صاحب مفتاح نے حقیقت عقلیہ کو کلام کی صفت بنایا۔ اور ماتن نے اسناد کی صفت بنایا۔

دوسری وجہ:۔

صاحب مفتاح کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اسلئے کہ کافی مثالیں ایسی ہیں جن پر ماتن کی تعریف صادق نہیں ہے لیکن صاحب مفتاح کی صادق ہے

مثال:۔ الانسان جسم:۔

ماتن کے نزدیک لا حقیقة لا مجازا ہے۔ لیکن صاحب مفتاح کی تعریف میں داخل ہے۔

اس وجہ کا جواب:۔

الحیوان جسم:۔ اس مثال پر شیخ عبد القاهر والی تعریف صادق ہے نہ کہ مفتاح کی۔

عبد القاهر کے نزدیک تعریف:۔

ہر وہ حکم جو عقل کے مطابق ہو اور اس جگہ میں ہو جس کیلئے ہونا چاہیے تھا۔ یہ حقیقت عقلیہ ہوتا ہے۔

تیسری وجہ:۔

صاحب مفتاح کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ مثالیں جو "اعتقاد کے مطابق نہیں ہیں"

واقع کے مطابق ہوں | نہ ہوں

ان مثالوں کو ماتن نے "فی الظاهر" کی قید سے داخل

گیا۔ حالانکہ یہ مثالیں صاحب مفتاح کی تعریف سے
نکل رہی ہیں:۔

س مصنف کی تعریف جامع ومانع کیوں نہیں ہے؟
ج "فانما هی اقبال و ادبار"
اس مثال پر حقیقت عقلیہ کی
تعریف صادق آرہی ہے۔ اسلئے کہ معنی فعل اپنے "ماھولہ"
کی طرف ہے۔
حالانکہ مذکورہ مثال تو مجاز عقلی کی ہے:۔
جواب:۔
فعل یا معنی فعل کی اسناد "ماھولہ" کی طرف ہو اس
سے مراد "فاعل و مفعول بہ" ہے۔
اور "شعر" میں تو مبتداء ہے
اور اسناد مبتداء کی طرف ہے۔
تو صاحب کے نزدیک نہ مذکورہ
مثال حقیقت عقلیہ نہ ہی مجاز عقلی۔ تو تعریف مانع ہوئی۔
جامع نہیں:۔
اسلئے کہ "اسناد" عام ہے ایجابی ہو یا سلبی۔
ایجابی میں تو "ماھولہ" معلوم ہے۔ لیکن سلبی میں "ماھولہ"
کی طرف اسناد نہیں ہے؟

جواب:۔
سلبی میں بھی اسناد "ماھولہ" کیطرف ہے۔ اسطرح
کہ "منفیات" میں "حرف نفی" کو ہٹا کر دیکھو مثبت
میں اگر اسناد "ماھولہ" کی طرف ہے۔ تو نفی میں بھی
"ماھولہ" کی طرف ہوگی۔
اگر مثبت میں "ماھولہ" کیطرف
اسناد نہیں ہے تو نفی میں بھی اسناد "ماھولہ" کی طرف
نہیں ہوگی۔

س مجاز عقلی کی تعریف بیان کریں؟ اور وضاحت؟
ج تعریف:۔
وهو اسناده الی ملابس له غیر ماهوله بتأول:۔

Scanned by CamScanner

ترجمہ :-
فعل یا معنی فعل کی نسبت کرنا فعل یا معنی فعل کے مناسب کی طرف۔ قرینہ کے ساتھ۔

غیر ما ھولہ سے مراد :-
وہ مناسب فعل یا معنی فعل کے مناسب کے علاوہ ہو۔ یعنی فاعل اسکے علاوہ ہو جس کیلئے اسے بنایا گیا ہو اور مفعول اسکے علاوہ ہو جس کیلئے بنایا گیا ہو۔

س "تاول" کی تعریف بیان کریں؟
ج "تول نے طلب کیا اس چیز کو جسکی طرف حقیقت لوٹے یا اس جگہ کو جسکی طرف عقل لوٹے۔

س فعل کے ملابس کون سے ہیں؟
ج مناسب :-
1- فاعل 2- مفعول بہ 3- مصدر
4- زمان 5- مکان 6- سبب :-

نکتہ :-
فعل یا معنی فعل کی اسناد فاعل یا مفعول بہ کیطرف کرنا وہ فاعل یا مفعول بہ کیلئے بنائے گئے ہوں۔ تو حقیقت :-
اگر ان کے علاوہ کیطرف کرنا کسی مناسبت کیوجہ سے تو "مجاز" :-

س فقرہ "استعیر الاسناد" کی وضاحت کریں؟
ج "اسناد ماھولہ" کو استعارہ لیا گیا ہے "غیر ماھولہ" کیلئے :-

اعتراض :-
مجاز عقلی اسناد میں ہوتی ہے۔ مجاز عقلی کو استعارہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور استعارہ تشبیہ ہوتا ہے۔ اور طرفین

Scanned by CamScanner

میں مجاز لغوی ہوتا ہے نہ کہ مجاز عقلی ہوتا ہے۔ حالانکہ
مجاز عقلی و لغوی دونوں الگ ہیں:-؟

جواب:-
یہاں پر استعارہ اصطلاحیہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ ایک
حالت کو دوسری حالت سے تشبیہ دینا مراد ہے۔
یعنی:- ربیع کو
تشبیہ دینا قادر مطلق کے ساتھ:-

س مجاز عقلی کی امثلہ تحریر کریں؟
ج عیشۃ راضیۃ:-
مبنی للفاعل اور اسناد مفعول کی طرف:-
سیل مفعم:-
مبنی للمفعول اور اسناد فاعل کی طرف:-
جد جدہ:-
مبنی للفاعل اور اسناد مصدر کی طرف:-
نھارہ صائم:-
مبنی للفاعل اور اسناد زمان کی طرف:-
نھر جار:-
مبنی للفاعل اور اسناد مکان کی طرف:-
بنی الامیر المدینۃ:-
مبنی للفاعل اور اسناد سبب کی طرف:-

س شعر سائر یہ مثال مناسب کیوں نہیں ہے؟
ج اسلئے کہ شعر، مفعول کے معنی میں ہے۔

قال الخزروقی:-
عربوں کی یہ عادت ہے کہ جب بھی وہ کسی
لفظ کے وصف میں مبالغہ کرنا چاہتے تو وہ اسی لفظ
کے ساتھ تاکید لے آتے:- مثال:- ظل ظلیل:-

س مجاز عقلی کی تعریف جامع نہیں ہے اسلئے کہ اس تعریف
سے مجاز عقلی کے ۲ امر خارج ہو رہے ہیں؟

Date 28-6-2019 (۵۰)

۱۔ فاعل یا مفعول کا مصدر کے ساتھ وصف بیان کرنا۔

رجل عدل :۔

2۔ کسی شئ کی صفت لگانا صاحب شئ کیلئے :

الکتاب الحکیم :۔

ج مصنف کے نزدیک وہ صورت جس میں نسبت نا ہی فاعل کی طرف ہو اور نہ ہی مفعول کی طرف ہو نہ حقیقت کی ہے اور نہ مجاز ہے۔

مذکورہ مثالیں نہ حقیقت اور نہ ہی مجاز ہیں :۔

دوسرا جواب :۔

ملابس سے مراد عام ہے۔ چاہے وہ حرف کے ساتھ ہو یا بغیر حرف کے ساتھ۔

مذکورہ مثالیں حرف کے ساتھ ہیں۔

س مصنف کی مجاز عقلی کی تعریف "جس میں اسناد خبری" وہ جامع نہیں ہے

شقاق: سمجھا سے داخل نہیں ہو رہے۔ یہاں اسناد خبری نہیں اسناد اضافی اور ایقاعی ہے ؟

ج مجاز عقلی سے مراد عام ہے۔ چاہے مجاز نسبت اسنادی میں ہو یا ان کے علاوہ میں :۔

وجہ :۔

اسلئے کہ مجاز اسکو کہتے ہیں۔ جو اپنی جگہ سے ہٹا ہوا ہو۔

تأول کی قید سے :۔

اس قید سے دہریہ "جاہل" کا قول نکل گیا۔

کیونکہ وہ اپنے قول پر کوئی قرینہ پیش نہیں کرتا۔

انبت الربیع البقل :۔

حالانکہ مجاز عقلی کیلئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 7-7-2019

(۵۱)

س مجاز عقلی کی اقسام تحریر کریں؟

ج مجاز عقلی کی "۴" اقسام ہیں:-

پہلی قسم:-

مسند الیہ اور مسند دونوں حقیقی ہوں۔

مثال:- انبت الربیع البقل:-

دوسری قسم:-

دونوں مجازی ہوں۔

مثال:- احیی الارض شباب الزمان:-

تیسری قسم:-

مسند حقیقی و مسند الیہ مجازی:-

مثال:- انبت البقل شباب الزمان:-

چوتھی قسم:-

مسند مجازی اور مسند الیہ حقیقی:-

مثال:- احیی الارض الربیع:-

س آپ کے مذہب کے مطابق "مسند کا مفرد" ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ "زید نظارہ صائم" میں مسند جملہ ہے؟

ج جملہ کی نسبت مسند الیہ کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ اسکے ایک جزء کی طرف ہے۔

س مصنف نے "منہ قولہ تعالیٰ" کیوں نہ کہا؟

ج اقتباس کے طور پر "منہ قولہ تعالیٰ" ذکر نہ کیا۔

س ولابد لہ من قرینہ "کی وضاحت کریں؟

ج مجاز عقلی کیلئے قرینہ ضروری ہے جو ارادہ ظاہر سے پھیرنے والا ہو۔

دلیل:-

کیونکہ قرینہ کے انتفاء کے وقت متبادر الی الفہم حقیقت ہی ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

اقسام القرینہ:۔

قرینہ کی "2" اقسام ہیں۔

1۔ لفظی
2۔ معنوی

لفظی ← افناہ قیل اللہ

معنوی ← مسند کا قیام مسند الیہ کیلئے عقلاً محال ہو

مثال:۔ محبتک جاءت بی إلیک:۔

س معرفۃ حقیقۃ کی وضاحت کریں؟

ج جو بھی مجاز عقلی ہو گا اسکیلئے حقیقت کا ہونا ضروری ہے

ظاہر گی ← قولہ تعالیٰ:۔ ← فما ربحت تجارتھم

مخفی ہو گی ← قولک ← سرتنی رؤیتک

س انکرہ السکاکی "عبارت کی وضاحت کریں؟

ج علامہ سکاکی کے نزدیک "مجاز عقلی" استعارہ بالکنایہ ہے۔

تعریف الاستعارہ:۔

مشبہ کو ذکر اور مشبہ بہ مراد لینا قرینہ کے ساتھ۔

مثال:۔ انبت الربیع البقل:۔

مشبہ "ربیع"

مشبہ بہ "اللہ تعالیٰ"

لوازمات "انبات"

فیہ نظر:۔

سکاکی کے مذھب میں نظر ہے۔

"عیشۃ راضیۃ" میں اگر استعارہ بالکنایہ مراد لے تو

"ظرفیۃ الشیئ الی نفسہ" لازم آئے گا:

جو کہ باطل ہے۔

Date 7-7-2019

جواب :-
سکاکی صاحب کا استعارہ بالکنایہ میں یہ مذھب
نہیں کہ کہ مشبہ کو ذکر کیا جائے اور مشبہ بہ کو مراد لیا جائے۔
بلکہ مذھب تو یہ ہے کہ
مشبہ کو ذکر کیا جائے اور مشبہ بہ کو مراد
لیا جائے اس دعوی کے ساتھ کہ مشبہ، مشبہ بہ کے افراد میں
سے ہے۔ تو اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور
اس صورت میں، قرینہ اثبات الی النفس، بھی لازم نہیں آئے گا۔

تمت بالخیر

12-05-2019

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
جناب
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی